السنۃ والحدیث

عالمِ اسلام کے سیاسی سربراہوں کے نام

دعوتِ اسلام

۱۶ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی قَیْصَرَ یَدْعُوْہُ اِلَی الْاِسْلَامِ وَبَعَثَ بِکِتَابِہٖ اِلَیْہِ دِحْیَۃَ الْکَلْبِیَّ .... فَاِذَا فِیْہَا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلٰی ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی -

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدَاعِیَۃِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ وَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْکَ اِثْمُ الْاَرِیْسِیِّیْنَ الحدیث (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام دیتے ہوئے قیصرِ روم کو دعوت نامہ لکھا اور یہ خط دحیہ کلبی کو دے کر اس کے پاس بھیجا.... چنانچہ اس میں تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ دعوت نامہ شاہ روم ہرقل کے نام ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں، سلام اس پر جس نے ہدایت کی راہ لی۔

بعد ازیں: میں آپ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں، آپ اسلام قبول کرلیں، باسلامت رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوہرا اجر دے گا، اگر آپ نے اس سے منہ موڑ لیا تو ساری رعایا کا وبال بھی آپ کی ہی گردن پر ہوگا۔

ہر مملکتِ اسلامیہ کا یہ دینی فریضہ ہے کہ سرکاری حیثیت سے دنیا کے تمام غیر مسلم تاجداروں کو اور ان کی معرفت ان کی قوموں کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ مگر افسوس! مدتوں سے اب یہ "سنت" بالکل متروک ہو چکی ہے۔ چونکہ مسلم ریاستوں کے حکمران عموماً خود بھی ننگِ اسلام ہوتے ہیں، ان کو اپنی کرسی سے غرض ہوتی ہے۔ اسلام کی ناؤ پار ہو یا ڈوبے، ان کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی، اس لیے ان سے تبلیغِ دین کی توقع بھی عبث ہو گئی ہے۔ اب تو اس سنت کا احیا ان دینداروں کو کرنا چاہیے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ تن مصروف ہیں، دعوت نامے ارسال کریں، اپنے وفود روانہ کریں اور

دعوتِ دین کے سلسلے میں اتمامِ حجت کے لیے جو کچھ بھی ان کے لیے ممکن ہے، کر گزریں ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں ساری ملتِ اسلامیہ خدا کے ہاں مجرم نہ ٹھہرے۔

تبلیغِ دین ہمارا بنیادی فریضہ ہے، اگر آپ نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس نہ کی اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ:

خدا کے ہاں ان غیر مسلم اقوام کے کفر و جحود کے وبال میں سے آپ کو بھی حصہ ملے اور آپ سے ہی، ان کی بابت باز پرس ہو۔

امامِ عادل

۱۷۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سبعۃ یظلھم اللّٰہ یوم لا ظل الا ظلہ (منھم) امام عادل (الصحیح البخاری)

ایسے سات انسان جن پر اللہ کا اس دن سایہ (رحمت) ہو گا جس دن اس کے سایہ (رحمت) کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا...... ان میں سے ایک امامِ عادل ہے۔"

ایک اور موقعہ پر فرمایا: اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عادل حکمران (امام عادل) ہے اور سب سے زیادہ مبغوض ظالم حکمران ہے۔

احب الخلق الی اللّٰہ امام عادل وابغضھم الیہ امام جائر (رواہ احمد)

اسلام کا معیارِ عدل یہ ہے کہ: اسلامی قانون کے تقاضے بلا رو رعایت پورے ہوں اور محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہوں اور اس کی مخلوق میں اس کی رحمتوں کو عام کرنے کے جذبہ پر مبنی ہوں۔

طالبِ جاہ کے لیے عہدہ

۱۸۔ عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: انا واللّٰہ لا نولی علی ھذا العمل احدا سالہ او حرص علیہ وفی روایۃ۔

حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بخدا ہم ایسے شخص کو کوئی منصب دینے کے لیے تیار نہیں ہیں جو اس کے لیے خود سوال کرتا ہے یا اس کے لیے وہ لالچ کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

ہم اپنے کسی (ذمہ دارانہ) منصب پر ایسے شخص کی تقرری نہیں کریں گے جو اس کی خواہش کرتا ہے۔"

اصل بات یہ ہے کہ:

اسلامی مملکت کی ہر ڈیوٹی، چھوٹی ہو یا بڑی عبادت کا درجہ رکھتی ہے اس لیے یہ پھولوں کا تاج نہیں، کانٹوں کی سیج ہے۔ اس سے غرض "ریاست" کا استحکام اور اس کی برکات کی نشر و اشاعت ہے، جو لوگ اسے "خوانِ یغما" تصور کر کے اس کے حصول کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، وہ دراصل اسے "کاروبار" سمجھ کر کرتے ہیں ــــ کہاں وہ عبادت اور کہاں یہ کاروباری ذہنیت، اس لیے فرمایا: الحذر! الحذر! اس سے بچ کر رہیے۔ کیونکہ اسلامی ریاست کا اس سے حلیہ بگڑ جائے گا، ملک و ملت کے بجائے اسے اپنے ہی سیاسی مستقبل کے لیے وہ زینہ بنا ڈالیں گے ــــ خلوص کے بجائے مادی لالچ کو، خلقِ خدا کے مفاد کی جگہ اپنی دنیا کو سامنے رکھیں گے۔ اس لیے فرمایا کہ ملکی اور ملی منصب کے لیے جو بھاگ دوڑ کریں گے ہم ان کو کوئی بھی عہدہ نہیں دیں گے۔ کیونکہ پہلے ہی دن اس کی نیت میں فتور آگیا ہے اس لیے قابلِ اطمینان نہیں رہے۔

بعد کے واقعات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اندیشے کو بالکل صحیح ثابت کر دکھایا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ: کارکنوں کے بغیر حکومت کا رِ حکومت کیسے چلائے؟ سو مملکت کے سرکردہ اور صلحاء لوگ اپنے اپنے دائرہ اور حلقہ میں ایسے لوگوں پر نظر رکھیں گے جو صلاحیت کار رکھتے ہیں۔ جب ذیلی شعبوں تک حکومت اپنے ڈھب کے کارکن تعینات کر لیتی ہے تو ان کی معرفت ملک اور قوم کے ایک ایک فرد سے باخبر رہ سکتی ہے۔ شروع میں تو اس سلسلے میں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے لیکن بعد میں نہیں ــــ اس لیے ان حالات میں ملتِ اسلامیہ کے صلحاء اور اہل ترین لوگوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ حکومت سے تعاون کریں، بہتر آدمیوں کی نشاندہی کریں اور بصورتِ آخری چارۂ کار حکومت کے لیے رضاکارانہ طور پر حکومت کو اپنی خدمات بھی پیش کریں۔ خاص کر ایسے حالات میں جب شر ہی غالب ہو تو اہلِ خیر کو اس مسئلہ پر آگے بڑھ کر حکومت سے پورا تعاون کرنا چاہیے۔ خالص غیر اسلامی مملکت ہو یا ادھوری، جہاں خلقِ خدا کی تباہی سامنے ہو وہاں تو ضروری ہوتا ہے کہ اہلِ خیر سرکاری مناصب کے لیے اپنی خدمات پیش کریں کیونکہ یہ صورت ممنوعہ صورت نہیں ہے، نہ یہ خدمات اپنی ذات کے لیے ہیں بلکہ اسلامی ریاست کے حسین اور مبارک مستقبل کے لیے پیش کی جا رہی ہیں ــــ اور یہ عین عبادت ہے۔

بگڑے ہوئے حکمرانوں کی اصلاح کے لیے دعائیں کریں۔

۱۹- عن ابی امامۃ (رفعہ) لَا تَسُبُّوا الْاَئِمَّۃَ وَادْعُوا اللّٰہَ لَھُمْ بِالصَّلَاحِ فَاِنَّ صَلَاحَھُمْ لَکُمْ صَلَاحٌ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:

"حکمرانوں کو گالیاں نہ دو، ان کی اصلاح کے لیے رب سے دعائیں کرو، کیونکہ تمہاری درستی ان کی درستی میں مضمر ہے۔"

گالیاں دینا کوئی کام نہیں، اصلی کام ان کے لیے دعائیں کرنا ہے، کیونکہ وہ مارے گئے تو وہ مرتے مرتے بھی بہت سے لوگوں کو مار کر مریں گے، اگر ان کی درستی کے لیے دعائیں کیں تو اس میں بھی ملک و ملت کا ہی بھلا ہے۔ کھلے ہو کر کام کریں گے تو قوم کی بگڑی بنی بنے گی۔

خیر خواہانہ جذبات۔

۲۰- عن تمیم الداری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ (رواہ مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:-

"دین خیر خواہی کا نام ہے، تین بار فرمایا: ہم نے عرض کی: (حضورؐ!) کس کی خیر خواہی؟ فرمایا: اللہ کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی، اور مسلم عوام کی۔"

خیر خواہی۔ خیر خواہی کا مفہوم: بھلا سوچنا، بھلا چاہنا اور بھلا کرنا ہے۔

اللہ کے لیے خیر خواہی۔ اللہ کے لیے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ: کوئی یہ چاہے کہ: اللہ کا بول بالا ہو، اس کی مرضی کے خلاف کہیں کچھ نہ ہونے دیا جائے اور وہی کیا جائے جس سے وہ ذات خوش ہو۔

رسول کی خیر خواہی۔ اس کے معنی ہیں کہ: سب اسے چاہیں، وہی کریں جو آپؐ کے پیغام کا تقاضا اور سنت کا مقتضا ہو۔

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ: ملک و ملت کی خدمات میں ان سے تعاون کیا جائے، راہ راست پر چلنے کے لیے ان کے لیے خدا سے دعائیں کی جائیں، جہاں بھٹکیں، ان کی رہنمائی کی جائے، نظامِ حق کو چلانے کے لیے ان کی پوری اعانت کی جائے، اور ان کو غلط راستوں پر چلنے سے روکا جائے اگر باز نہ آئیں تو پھر اسے علیحدہ کر دیا جائے تاکہ کسی عظیم فتنے میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں۔

عوام کی خیر خواہی:- یہ ہے ان کے دینی اور دنیوی مستقبل کے لیے پورے خلوص اور جذبہ کے ساتھ محنت کی جائے تاکہ ان کی دنیوی اور اخروی عافیتیں سلامت رہیں۔

تفرقہ میں نہ پڑو۔

۲۱۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یرضی لکم ثلاثا ان تعبدوہ ولا تشرکوا به شیئًا وان تعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا وان تناصحوا من ولاہ اللہ امرکم (رواہ مسلم)

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

یہ ایک واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے تین چیزیں پسند کرتا ہے:

۱۔ یہ کہ آپ اس کی عبادت اور غلامی بجا لائیں، کسی شے کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔

۲۔ یہ کہ آپ سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن و رسول کا دامن) تھام کر رکھیں اور تتر بتر نہ ہونے پائیں۔

۳۔ یہ کہ آپ کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے جس کے ہاتھ میں دی ہے اس کے سلسلے میں "خیر خواہی" ملحوظ رکھیں (مسلم)

ع۱ "عبادت"، نماز روزہ اور ذکر اذکار کو بھی کہتے ہیں اور "غلام بے دام" کو بھی، یہاں یہ سب مراد ہیں، مقصود یہ ہے کہ، حق تعالیٰ کے آگے سر جھکا کر پھر کسی اور کے سامنے نہ جھکیں، اس کی غلامی کا دم بھر کر کسی دوسرے کی غلامی سے اپنی پیشانی کو داغدار نہ کریں۔

وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا کہا ہے، شے میں جاندار، بے جان، عاقل اور غیر عاقل سبھی چیزیں آجاتی ہیں، یعنی کسی بندے کے پیچھے لگ کر حق تعالیٰ سے منہ نہ موڑیں اور یہ انداز زندگی بھی چھوڑ دیں کہ ادھر بھی اور ادھر بھی، خدا کے ساتھ غیر خدا کی دلجوئی بھی —— یہ دوغلی پالیسی سودمند نہیں ہوتی خاص کر خدا تو اسے بالکل برداشت نہیں فرماتا —— چہ نسبت خاک را با عالم پاک —— شے کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ کسی مادی مفاد کی خاطر قرآن و حدیث کو پس پشت ڈالنا مسلمانی نہیں ہے۔

ع۲ اللہ کی رسی کو تھام لینے کا مطلب یہ ہے کہ: قرآن و رسول سے تعلق خاطر نہ ٹوٹے، اور "سب مل کر" اس لیے کہا کہ: قرآن اور رسول کے نام پر نفرتوں کی بنیاد نہ ڈالیں بلکہ اس سے آپ کی "ملی وحدت" تشکیل پائے، کتاب و سنت کا دامن تو تھا ہو مگر دل اور رخ ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو وہ ننگ اعتصام ہے، اعتصام بالکتاب نہیں ہے۔

ع۳ تَنَاصَحُوا (ایک دوسرے کی خیر خواہی ملحوظ رکھیں) فرما کر یہ بات بتائی کہ: ملی اور دینی امور میں سیاسی سربراہ سے تعاون کیا جائے تاکہ وہ اس میں فیل نہ ہوں۔ تنقید ہو تو تعمیری ہو، تخریبی نہ ہو،